مسلمانوں میں
غیر اسلامی تصوف کی اشاعت کے اسباب

اس سے پہلے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں [1] کہ اسلامی تصوف قرآن و حدیث (سنّت نبویؐ) سے ماخوذ ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں:

۱) توحید خالص، ۲) تبلیغ دین، ۳) اتباع شریعت، ۴) خدمت خلق، ۵) جہاد

لیکن اس میں شک نہیں کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف بھی راہ پا گیا، اور یہ تصوف چونکہ عجمی یا غیر اسلامی تھا اس لئے اس کے اجزائے ترکیبی اسلامی تصوف کی ضد تھے، یعنی (۱) شرک (حلول و اتحاد و انسان پرستی و تجسم و تناسخ ارواح) (۲) رہبانیت (۳) تخریب دین (۴) اباحت مطلقہ (۵) نفاق اور مداہنت [۲]۔

یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن القیمؒ سے لے کر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب تک، ملت اسلامیہ کے تمام مجددین اور اولیائے اُمت نے اپنی پوری قوّت کے ساتھ اس غیر اسلامی تصوف کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا، اور مسلمانوں کو اس کے مفاسد سے آگاہ کر کے بلاخوفِ لومۃ لائم اپنا فرضِ منصبی انجام دیا۔

بہرکیف جس طرح بعض مسلمانوں کی گمراہی سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آ سکتا

---

۱) ملاحظہ ہو "تاریخ تصوف" کا باب "اسلامی تصوف"۔

۲) ترجمان حقیقت اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے اس شعر میں انہی مفاسد کی طرف اشارہ کیا ہے:

بہت ہی کم پائے اپنے عارف کلام باری نے ہم میں آ کر
سرے سے بگڑا ہے سچ جو پوچھو عرب کا مذہب عجم میں آ کر

اسی طرح بعض صوفیوں کی گمراہی سے اسلامی تصوف موردِ طعن نہیں بن سکتا۔ آئندہ سطور میں ہم یہ دکھا دیں گے کہ مسلمانوں میں غیر اسلامی یا عجمی تصوف کی اشاعت کے اسباب کیا تھے۔ واضح ہو کہ یہ بحث بہت تفصیل طلب ہے مگر اس کتاب میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے' اس لئے ہم اجمال پر اکتفا کریں گے۔

پہلی بحث

واضح ہو کہ ابتدائے اسلام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے وسط تک مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہ تھا' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو حزب اللہ قرار دیا گیا ہے۔

﴿اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o﴾

(المجادلۃ:۲۲)

''یہ لوگ (جن کی صفات اوپر بیان ہو چکی ہیں) اللہ کی پارٹی یا جماعت یا فوج ہیں' اور آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً اللہ ہی کی جماعت فلاح پائے گی۔''

ظاہر ہے کہ اگر کسی فوج یا جماعت میں تفرقہ پیدا ہو جائے تو اس کا خاتمہ یا مغلوب ہو کر غلام ہو جانا اور اپنی ہستی سے محروم ہو جانا یقینی ہے۔ اس لئے از روئے عقل و نقل مسلمانوں میں کوئی فرقہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا تھا اور اسی لئے اللہ نے قرآن حکیم میں بار بار مسلمانوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ دیکھو! اپنے اندر فرقہ بندی' گروہ بندی' تشتت' افتراق یا پارٹی بازی کو راہ نہ دینا' ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

بخوفِ طوالت صرف چند آیتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

ا) ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص﴾ (آل عمران:۱۰۳)

''(اے مسلمانو!) تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن) کو مضبوطی سے تھام لو اور مختلف فرقوں میں منقسم مت ہو۔''

ب) ﴿وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ ھُمُ الْبَیِّنٰتُ ط﴾

(آل عمران: ۱۰۵)

''اور (اے مسلمانو!) ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) کی طرح مت ہو جانا جو

مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور جنہوں نے اللہ کی طرف سے واضح دلیلیں آ جانے کے بعد بھی آپس میں اختلاف کیا (اور اس اختلاف کی وجہ سے ان میں عقائد کی خرابیاں پیدا ہو گئیں)''

ج) ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ ﴾ (الانعام: ١٦٠)

''جن لوگوں (مسلمانوں) نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقوں میں منقسم ہو گئے تم کو ان سے کوئی علاقہ یا سروکار نہیں ہے۔''

د) ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ﴾

(الانفال: ٤٦)

''(اے مسلمانو!) آپس میں نزاع (جھگڑا) مت کرو (کیونکہ نزاع سے تفرقہ پیدا ہو گا اور فرقہ بندی سے) تمہارے اندر بزدلی پیدا ہو گی اور (اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ) تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہو!''

اس آخری آیت سے فرقہ بندی کی مضرت کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کا نازل کرنے والا مسلمانوں کو ایک متحد الخیال اور متحد المقصد فوج کے افراد قرار دیتا ہے' جن کے حق میں اختلاف سمِ قاتل سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ اسی لئے انہیں متنبہ کرتا ہے کہ دیکھنا! کہیں آپس میں نزاع کو راہ نہ دینا اور فرقوں میں منقسم نہ ہو جانا' کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہاری جماعت کے اندر مختلف الخیال گروہ (فرقے) پیدا ہو جائیں گے اور فرقہ بندی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم آپس میں لڑو گے اور آپس کی لڑائی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب اٹھ جائے گا' بالفاظِ دیگر تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تمہارے اندر بزدلی پیدا ہو جائے گی۔ اس تنبیہ کے بعد آخری نصیحت یہ فرمائی کہ دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہو!

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تجربہ کار سپہ سالار اپنی فوج کے نوجوانوں کو نصیحت کر رہا ہے۔ فی الجملہ اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ قرآن حکیم مسلمانوں کو اللہ کی فوج قرار دیتا ہے۔ اور اس کی مزید تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿اُولٰئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾

(المجادلة:۱۹)

''یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں، اور آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان کے گروہ کے لوگ گھاٹے میں رہیں گے۔''(۳)

یہ حقیقت کہ قرآن کی رو سے (اللہ کی نگاہ میں) مسلمان قوم یا ملت اسلامیہ اللہ کی فوج ہے اس آیت سے بھی ثابت ہوتی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝﴾ (الصف:٤)

''بلاشبہ اللہ محبت کرتا ہے اُن لوگوں سے جو اُس کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔''

چونکہ مسلمان اللہ کی فوج ہیں اسی لئے ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری سے غافل نہ ہوں:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ......﴾ (الانفال: ٦٠)

''(اے مسلمانو!) دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کرو جس قدر تم سے ممکن ہو سکے، یعنی مادی قوت فراہم کرو اور گھوڑے باندھو (یعنی پلٹن اور رسالے تیار کرو)''

اس سلسلے میں قولِ فیصل یہ ہے کہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ یعنی جس طرح دنیاوی حکومتوں میں یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک شخص فوج میں بھرتی ہوتا ہے تو اسی وقت سے وہ اپنی زندگی اور اپنی مرضی افسرِ فوج کے حوالے کر دیتا ہے، ٹھیک اسی طرح ایک شخص جب کلمہ پڑھ لیتا ہے تو حزب اللہ میں داخل ہو جاتا ہے اور اسے اپنی جان یا اپنے مال پر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا:

---

۳) قرآن کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صرف دو جماعتوں میں تقسیم کیا ہے: ۱) حزب اللہ (اللہ کی جماعت) ......۲) حزب الشیطان (شیطان کی جماعت) ان دو کے علاوہ جس قدر جماعتیں ہیں وہ انسانوں نے خود بنائی ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ﴾ (التوبة:۱۱۱)

''اللہ نے مؤمنوں سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے (اب ان کا کام صرف یہ ہے کہ) وہ اللہ کی راہ میں لڑیں گے۔ (جس کا نتیجہ لازمی طور سے یہ ہوگا کہ) وہ قتل کریں گے اور قتل ہوں گے۔''

قرآن مجید میں اس نوعیت کی آیتیں بہت سی ہیں۔ ایضاحِ مقصد کے لئے اتنی ہی آیتیں کافی ہیں۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کی امتیازی صفت یہ بیان کی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ...... ﴾ (الفتح: ۲۹)

''(حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' اور جو لوگ آپ (ﷺ) کے ساتھ ہیں (ان کی شناخت یہ ہے کہ) وہ کافروں پر سخت ہیں (مگر) آپس میں رحیم ہیں......''

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ فرقہ بندی اسلام کی ضد ہے' کیونکہ فرقہ بندی کا لازمی نتیجہ آپس میں نزاع ہے۔

بلاشبہ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو ''خدائی فوج دار'' قرار دیا ہے' یعنی ان کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا سے برائی کو مٹائیں اور نیکی کی اشاعت کریں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

''(اے مسلمانو!) تم دنیا میں بہترین جماعت ہو جو انسانوں کے لئے برپا کی گئی ہے' تم (ان کو) نیکی کا حکم دو گے اور برائیوں سے منع کرو گے۔''

ظاہر ہے کہ اگر مسلمان خود مختلف فرقوں میں منقسم ہو جائیں گے تو نہ ان میں اتحاد باقی رہے گا' نہ دوسروں کی اصلاح کا جذبہ باقی رہے گا اور نہ اس کے لئے وقت مل سکے گا۔ جو جماعت آپس میں لڑنے لگتی ہے وہ خود محتاجِ اصلاح ہو جاتی ہے۔

قصہ کوتاہ قرآن کی ان صریح آیتوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ فرقہ بندی

اسلام کی ضد ہے اور منشاءِ ایزدی کی عملاً تردید ہے۔

یہ آیتیں صدرِ اوّل کے مسلمانوں کے سامنے تھیں اور حضور ﷺ نے ۲۳ سال کی مدت میں ان کے اندر وحدتِ افکار و کردار پیدا کر دی تھی۔ تمام مسلمانوں کے سامنے ایک ہی مقصد تھا اور ایک ہی نصب العین تھا، یعنی اعلاءِ کلمتہ الحق، اللہ کے کلمے (قرآن) کو دنیا میں بلند کرنا۔ ان کا جینا اور مرنا سب اللہ ہی کے لئے تھا۔ (۴)

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر فطرتِ انسانی کا عالم اور کون ہو سکتا ہے؟ انسان کی فطرت یہ ہے کہ اگر وہ کسی شخصیت کو اپنا مقصود بنا لے اور اس کے لئے اپنی زندگی بسر کرنے لگے تو رفتہ رفتہ وہ خدا پرستی سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب غیر اللہ مطمحِ نظر اور مقصودِ حیات بن گیا تو اللہ خود بخود نگاہ اور دل و دماغ سب سے اوجھل ہو جائے گا۔ اور شخصیت پرستی چونکہ شرکِ عظیم ہے اس لئے مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا، مشرک ہو جائے گا، ویسا ہی مشرک جیسا کہ عیسیٰؑ یا کرشن یا لات وہبل کا پرستار۔

اس لئے قرآن نے شخصیت پرستی کا خاتمہ کر دیا۔ اور تاریخ مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ قرآن سے بڑھ کر کسی الہامی یا آسمانی کتاب نے شخصیت پرستی کی تردید نہیں کی۔ کسی انسان کی پرستش کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ اس انسان میں الوہیت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اسی عقیدے نے رفتہ رفتہ تجسم یا حلول یا اوتار کے عقیدے کی شکل اختیار کر لی۔ دنیا میں جن جن انسانوں کی پرستش کی گئی ہے پہلے اُن میں الوہیت تسلیم کی گئی، پھر ان کی پرستش شروع ہوئی۔ اسی لئے قرآن نے شخصیت پرستی کا جس خوبی سے سدّ باب کیا ہے وہ مذاہب عالم کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔

(ا) مسلمانوں کو حکم دیا کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت سے پہلے آپؐ کی بشریت اور عبدیت کا اقرار کریں۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

---

۴) ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۶۳)
''آپ کہہ دیجئے کہ بلاشبہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا رب ہے''۔

اس کلمۂ شہادت میں عبدہٗ پہلے ہے رسولہٗ بعد میں ہے۔

ب) ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ......﴾ (الکهف: ۱۱۰)

''(اے رسول!) آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تمہاری ہی طرح ایک بشر ہوں۔''

ج) ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''اور حضرت محمد (ﷺ) نہیں ہیں مگر ایک رسول' ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو (اے مسلمانو!) کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟ (یعنی اسلام چھوڑ دو گے؟)''

اس نص صریح سے ثابت ہوا کہ اسلام کی روح خدا پرستی ہے' شخصیت پرستی نہیں ہے' خواہ وہ شخصیت رسول ہی کی کیوں نہ ہو۔ اب یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام میں کوئی شخصیت رسول اللہ ﷺ سے ارفع نہیں ہے' لیکن اللہ نے اپنے دین اسلام کو رسول اللہ ﷺ کی شخصیت سے وابستہ نہیں کیا ۔۔۔ تا بدیگراں چہ رسد؟

اسلام کی تاریخ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ اسلام شخصیت پرستی کا نام نہیں ہے' بلکہ خدا پرستی کا نام ہے' یعنی مسلمان کا مقصود و مطلوب صرف اللہ ہے جو حیٌّ لَّا یَمُوْتُ ہے۔

جب سالم بن عبیدؓ کے ذریعے حضرت ابو بکرؓ کو حادثۂ رحلت سرورِ عالم ﷺ کی خبر پہنچی تو آنجنابؓ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر کاشانۂ نبوت میں تشریف لائے' آنحضرت ﷺ کے جسدِ اطہر کے قریب کھڑے ہو کر رُخِ روشن سے چادر اٹھائی' پیشانی مبارک پر بوسہ دیا' گریہ کناں آپؐ کو مخاطب کر کے یوں گویا ہوئے:

''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں! آپؐ زندگی میں بھی پاک اور صاف رہے اور اب موت کے بعد بھی پاک اور صاف ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ آپؐ کو ہرگز دو موتیں نہیں دے گا۔ وہ موت جو اللہ نے آپ کے لئے مقدر کر دی تھی وہ تو آپ کو آ ہی گئی۔''

یہ کہہ کر مسجد نبویؐ میں تشریف لائے ۔ یہاں عجیب کہرام مچا ہوا تھا۔ فاروق اعظمؓ کہہ رہے تھے کہ حضور ﷺ کی وفات نہیں ہوئی ہے۔ صدیق اکبرؓ نے انہیں سمجھایا اور کہا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے تو آنجنابؓ نے تقریر شروع کی۔ حمد وثناء کے بعد فرمایا:

فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ.
قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ أَفَائِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ٥﴾ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا ادرج فی اکفانه)

''پس تم میں سے جو شخص حضرت محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ بلاشبہ آنحضرت ﷺ وفات پا گئے، لیکن جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ بے شک زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''محمد (ﷺ) نہیں ہیں مگر (اللہ کے) ایک رسول۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر ان کو موت آجائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے کو لوٹ جاؤ گے؟ (اسلام ترک کر دو گے؟) اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اللہ شکر کرنے والوں کو عنقریب جزا دے گا!''

یہ تقریر سن کر حاضرین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لیکن ساتھ ہی انہیں ایسا معلوم ہوا کہ یہ آخری آیت گویا انہیں معلوم ہی نہ تھی۔ اب حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کی تلاوت کی تو اُن کی آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا، اور یہ آیت اس قدر مؤثر ثابت ہوئی کہ ہر شخص اس کی تلاوت کر رہا تھا۔

خلاصۂ کلام ایں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اور حضرات شیخین (رضی اللہ عنہما) نے زبانی تعلیم اور اپنے طرزِ عمل سے یہ بنیادی حقیقت مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کر دی تھی کہ فرقہ بندی اسلام کی ضد ہے اور مسلمانوں کی حیاتِ اجتماعی کے حق میں سم

قائل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبویؐ اور عہد خلافت شیخینؓ میں کوئی فرقہ موجود نہ تھا۔ اور اس وحدتِ فکر وعمل ہی کا یہ ثمرہ تھا کہ مسلمانوں نے خلافت شیخینؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی دَور میں عدیم المثال کامیابی حاصل کی جس کی تفصیل تاریخ اسلام کے صفحات سے واضح ہوسکتی ہے۔ یہ کامیابی اس قدر حیرت انگیز ہے کہ آج تک بہت سے غیر مسلم مؤرخین کے لئے ایک عقدۂ لاینحل بنی ہوئی ہے۔ اقبال نے اسی عقدے کو اس شعر میں حل کیا ہے ۔

وحدتِ افکار و کردار آفریں
تا شوی اندر جہاں صاحب نگیں

دوسری بحث

مسلمانوں کے ہاتھوں یہود کو جو ذلت نصیب ہوئی اس کی خلش ان کے دل سے کبھی محو نہ ہوسکی۔ چنانچہ مسلمانوں کی طاقت کو ضعف پہنچانے اور اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری دَور میں یمن کے ایک یہودی عبداللہ بن سبا نے مدینے میں آکر منافقانہ طور پر اسلام قبول کیا۔

کسی یہودی کے لئے مسلک نفاق اختیار کرنا کوئی نئی یا دشوار بات نہیں تھی، خود حضورِ انور ﷺ کے عہد مبارک میں عبداللہ بن ابی نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کرلیا تھا۔ وہ جب تک زندہ رہا فتنہ پردازی میں مشغول رہا لیکن حضور انور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں دینِ حق میں کسی قسم کے باطل کی آمیزش نہ کرسکا۔

چونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا کوئی تاریخی شخصیت نہیں ہے اس لئے اس کی فتنہ پردازی کی داستان قلم بند کرنے سے پہلے چند تاریخی شواہد پیش کرنا ضروری ہیں تاکہ اس کی شخصیت متحقق ہوجائے۔

۱) مہدی توحیدی پور (پیرو مذہب شیعہ) نفحات الانفس (جامیؒ) کے مقدمے میں صفحہ ۲۹ پر لکھتا ہے:

''اولین کسیکہ نسبت الوہیت بحضرت امیر داد، عبداللہ بن سبا بود کہ در زمان آنحضرت زندگی میکرد۔''

ترجمہ: ''پہلا شخص جس نے حضرت امیر کو الوہیت سے نسبت دی' عبداللہ بن سبا تھا جس نے آنحضرت کے زمانے میں زندگی بسر کی۔''

۲) ڈاکٹر کلین (KLEIN) ''الابانہ عن اصول الدیانہ'' کے انگریزی ترجمے کے مقدمے میں صفحہ ۷۸ پر لکھتا ہے:

''عبداللہ بن سبا یہودی نومسلم نے جب حضرت علیؓ سے ملاقات کی تو اُن سے یہ کہہ کر مخاطب ہوا: ''اَنتَ اَنتَ''۔ اس جملے سے اس کا مطلب یہ تھا کہ تو خدا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے اسے جلاوطن کر دیا' کیونکہ اُن کی رائے میں یہ جملہ کفر صریح تھا۔ لیکن عبداللہ بن سبا کے پیروؤں کے دلوں میں یہ عقیدہ جاگزیں ہو چکا تھا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ نیز یہ کہ اُن کے اندر الوہیت کا ایک جزء حلول کر گیا تھا اور یہ جزء الوہیت بصورت تناسخ ارواح ان کے جانشینوں میں درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہا۔''

۳) سر ولیم میور (MUIR) اپنی تصنیف ''الخلافت ——اس کا عروج' انحطاط اور زوال'' میں صفحہ ۲۱۶ پر لکھتا ہے:

''۳۲ھ میں جب کہ بن عامر بصرے کا گورنر تھا' عبداللہ بن سبا نے' جسے عام طور سے ابن سوداء کہتے تھے' بصرے میں آ کر اسلام قبول کیا' لیکن بہت جلد یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ وہ دراصل حکومت وقت کے خلاف شدید باغیانہ خیالات رکھتا تھا۔ بلکہ اس کی ذات مجسم بغاوت تھی۔ چنانچہ ان ہی باغیانہ خیالات کی وجہ سے اسے بصرہ' کوفہ اور دمشق سے پے در پے جلاوطن کیا گیا۔ انجام کار مصر میں اسے گوشۂ عافیت میسر آ گیا اور یہاں بیٹھ کر اس نے عجیب و غریب' بلکہ ہوشربا اور سراسر اسلام کے خلاف عقائد کی اشاعت شروع کی۔ مثلاً: (ا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آنحضرت ﷺ بھی دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ (ب) فی الحال حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے وصی' وارث یا جانشین ہیں۔ (ج) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ منہ) غاصب ہیں۔ اس لئے جب تک اُن کی حکومت کا قلع قمع نہیں کیا جائے گا اس وقت تک صداقت اور عدالت کا قیام ناممکن ہے۔
مصر میں ان عقائد کو بہت جلد قبولیت حاصل ہو گئی۔

۴) پروفیسر نکلسن اپنی تصنیف ''عربوں کی ادبی تاریخ'' میں صفحہ ۲۱۵ پر لکھتا ہے:

''عبداللہ بن سبا (جس کا صحیح تلفظ سباع ہے) یمن کے شہر صنعاء کا باشندہ تھا اور دراصل یہودی تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں اسلام لایا اور بظاہر ایک گشتی مبلغ بن گیا۔ طبری کہتا ہے کہ اس نے مختلف شہروں کا سفر کیا اور اس کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا تھا۔ انجام کار اس نے مصر میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں اس نے مسلمانوں کو ''رجعت'' کی تعلیم دینا شروع کی۔ یعنی اس نے مسلمانوں سے کہا کہ یہ بات صداقت سے کس قدر بعید ہے کہ ایک مسلمان اس بات پر تو ایمان رکھتا ہے کہ مسیحؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے لیکن آنحضرت (ﷺ) کی رجعت کا انکار کرتا ہے، حالانکہ خدا نے قرآن مجید (القصص: ۸۵) میں اعلان فرمایا ہے کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ علاوہ ازیں ایک ہزار انبیاء ایسے گزرے ہیں جن میں ہر نبی کا ایک وصی تھا، لہذا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) آنحضرت ﷺ کے وصی ہیں۔ جس طرح آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء ہیں۔ بن سباع (نقل کفر کفر نہ باشد) خلفائے ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کو (نعوذ باللہ) غاصب قرار دیتا تھا۔ اس نے حضرت علیؓ کی حمایت میں سازشوں کا جال بچھا دیا اور اسلامی سلطنت کے مختلف صوبوں میں جو لوگ حضرت عثمانؓ کے خلاف تھے اُن سے خفیہ مراسلت کا سلسلہ شروع کر دیا۔'' (دیکھو طبری ۱، ۲۹۴۲، ۲)

۵) ڈاکٹر جے این ہالسٹر اپنی تصنیف ''شیعانِ ہند'' میں صفحہ ۱۵ پر لکھتا ہے:

''حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حق میں عبداللہ بن سباع نے سب سے پہلے پروپیگنڈہ شروع کیا۔ وہ صنعاء کا یہودی تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں اسلام لایا اور مختلف شہروں میں جا کر ان عقائد کی تبلیغ کی کہ آنحضرت (ﷺ) دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور حضرت علیؓ آنحضرت (ﷺ) کے وصی ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ خلفائے ثلاثہؓ (نعوذ باللہ) غاصب ہیں، کیونکہ آنحضرت (ﷺ) کے اندر جو الوہیت تھی وہ ان کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی ذات میں منتقل ہو گئی۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ سے ناخوش تھے انہوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا۔''

۶) پروفیسر پی کے ہٹی اپنی تصنیف ''عربوں کی تاریخ'' مطبوعہ لندن، طبع چہارم ۱۹۴۹ء میں صفحہ ۲۴۸ پر لکھتا ہے:

''عبداللہ بن سباء، جس کی شخصیت ایک معما ہے، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مسلمان ہوا۔ اس نے حضرت علیؓ کی تعظیم میں اس درجہ مبالغہ کیا کہ وہ پریشان ہو گئے۔ یہ شخص غالی شیعہ فرقے (غلاۃ) کا بانی تھا۔''

۷) پروفیسر عباس اقبال، معلم دارالمعلمین عالی، طہران اپنی تالیف ''خاندانِ نوبختی'' کے صفحہ ۲۵۷ پر لکھتا ہے:

''سبائیہ: اوّلین فرقہ غلاۃ، طرف داران عبداللہ بن سباء کہ پیش از ہر کس باظہار طعن ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ پرداختہ و معتقد بحیاتِ جاوید و رجعت حضرت علیؓ و الوہیت اُو بودہ اند۔ امیر المؤمنین علیؓ، عبداللہ بن سباء را بقتل رساند۔ فرقہ نصیریہ از بازماندگان سبائیہ بودہ اند''

لفظی ترجمہ یہ ہے:

''سبائیہ غالی فرقوں میں سب سے پہلا فرقہ ہے۔ یہ لوگ عبداللہ بن سباء کے طرف دار تھے جنہوں نے سب سے پہلے (حضرات) ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) پر طعن کا اظہار کیا۔ اور یہ لوگ حضرت علی کی حیاتِ جاوید اور رجعت (دوبارہ دنیا میں واپسی) اور الوہیت کے معتقد تھے۔ امیر المؤمنین علیؓ نے عبداللہ بن سباء کو قتل کر دیا۔ فرقہ نصیریہ کے افراد اسی فرقہ سبائیہ کے باقی ماندہ افراد میں سے تھے۔''

۸) امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی اپنی مشہور تالیف '' **الملل و النحل**'' میں لکھتے ہیں:

''ومن ذلک سبائیہ، اصحاب عبداللہ بن سباء کہ با امام المتقین حیدر گفت توی کہ توئی بکنایۃ آں شقاوت پیشہ می گفت کہ تُو خدائی اوّل کسے بود کہ بفرضیت امامت علی رضی اللہ عنہ قایل شد و اصناف غلاۃ ازیں مخذول متشعب گشتند۔ ورائے خامد بداں ذاہب شد کہ امام المتقین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقتول نگشتہ و در آں حضرت جزوے از اجزائے الٰہی موجود است۔ تعالی اللہ عما

یقولون۔ رعد صوت اوست و برق تازیانۂ اوست۔"

(ترجمہ از افضل الدین صدر ترکہ اصفہانی، بخش اول صفحہ ۱۸۸)

لفظی ترجمہ یہ ہے: "اور ان فرقوں میں سے ایک فرقہ سبائیہ ہے۔ یہ عبداللہ بن سباء کے اصحاب ہیں جس نے حضرت علی سے کہا کہ تو، تو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تُو خدا ہے۔ عبداللہ بن سباء پہلا شخص ہے جو امامت علی رضی اللہ عنہ کی فرضیت کا قائل ہوا اور غلاۃ کے مختلف فرقے اسی مخذول شخص کی تعلیمات سے پیدا ہوئے۔ اس کی رائے میں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ مقتول نہیں ہوئے۔

(۲) اور ان میں الوہیت کے اجزاء میں سے ایک جزء موجود تھا۔ اللہ کی شان ان باتوں سے جو یہ لوگ کہتے، ہیں بہت بلند ہے۔ رعد اُن کی آواز ہے اور برق ان کا تازیانہ ہے۔"

مجھے یقین ہے کہ ان شواہد کا مطالعہ کرنے کے بعد کسی شخص کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا کہ عبداللہ بن سباء تاریخ اسلام میں پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں میں فتنہ وفساد کا بیج بویا۔

باز آمدم بر سر مطلب:

عبداللہ بن سباء نے جن عقائد کی تلقین کی ان کا اجمالی تذکرہ سطور بالا میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ان کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ اس نے ایک تیر سے دو شکار کیے:

۱) اسلام کے بنیادی عقائد میں غیر اسلامی اور مشرکانہ عقائد داخل کر دیئے۔

۲) مسلمانوں کی وحدت ملی اور یک جہتی و یک رنگی اور یک نگاہی کو پارہ پارہ کر دیا۔

بالفاظِ دیگر وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو گیا، یعنی اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا بنا کر مسلمانوں میں انسان پرستی کا عقیدہ راسخ کر دیا اور تفرقہ پیدا کر کے مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف صف آرا کر دیا۔

اس شخص کی منافقانہ روش اور فتنہ انگیزی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرایا لیکن جو خفیہ جماعت اس نے پیدا کر دی تھی اور جس قسم کے غیر اسلامی عقائد اس جماعت میں راسخ کر دیئے تھے اُن دونوں باتوں کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ بلکہ اس کی وفات کے بعد اس کی جماعت کو ایران میں قبولِ عام کی سند حاصل ہو گئی' کیونکہ یہودیوں کی طرح ایرانی بھی عرب مسلمانوں سے شدید نفرت کا جذبہ دل میں پوشیدہ رکھتے تھے اور جن عقائد کی بن سباء نے تبلیغ کی تھی وہ ان کے لئے قابل قبول تھے' خصوصاً حلول کا عقیدہ جو اُن میں پہلے ہی سے موجود تھا۔

تیسری بحث

حضرت جعفر (شیعوں کے چھٹے امام) نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے متبعین میں دو گروہ پیدا ہو گئے۔

۱) جس نے ان کے چھوٹے بیٹے حضرت موسیٰ کاظم کو ان کا جانشین تسلیم کیا وہ آگے چل کر امامیہ اثنا عشریہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

۲) جنہوں نے ان کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کو ان کا جانشین تسلیم کیا وہ آگے چل کر اسمٰعیلیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ہمیں اِس وقت اس دوسرے گروہ کی مختصر داستان لکھنی مقصود ہے۔

یہ فرقہ اگرچہ شیعیت ہی کی ایک شاخ ہے مگر جن لوگوں نے اس فرقے کی رہنمائی کی انہوں نے اسے ایک تخریبی تحریک بنا دیا اور آگے چل کر یہ تحریک اپنے معتقدات اور اعمال کے لحاظ سے شیعیت سے بھی کوسوں دُور ہو گئی۔

تاریخ اسلام میں اس تحریک کو ملاحدہ' باطنیہ' تعلیمیہ اور قرامطہ کے رسوائے عالم لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ہم ذیل میں اس کی مختصر داستان قلم بند کرتے ہیں' کیونکہ یہی فرقہ دنیائے اسلام میں غیر اسلامی تصوف کا بانی ہے۔

واضح ہو کہ اس فرقے نے شروع سے عبداللہ بن سباء کے غالی عقائد (عقیدہ الوہیت علی و رجعت و تناسخ ارواح وحلول) ہی اختیار کر لئے تھے۔ پروفیسر براؤن ''ایران کی ادبی تاریخ'' جلد اول' صفحہ ۳۱۱ پر لکھتا ہے:

''جو عقائد غلاۃ شیعہ میں مشترک ہیں وہ حسب ذیل چار عقائد ہیں:
۱) تشبیہ (خدا کا انسانی شکل میں ظہور)
۲) مشیت ایزدی میں تبدیلی (بدأ)
۳) امام کی واپسی (رجعت)
۴) تناسخ (ایک امام کی روح کا دوسرے یعنی جانشین کی شخصیت میں حلول کرنا)''

ظاہر ہے کہ یہ سب عقائد قرآن کے سراسر خلاف ہیں۔ اسی لئے مسٹر اسٹینلی لین پول اپنی تصنیف ''داستانِ قاہرہ'' مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء میں صفحہ ۱۱۳ پر لکھتا ہے:

''اپنی باطنی روح کے اعتبار سے فاطمیین مصر کا مذہب محمدؐ ازم نہیں ہے''۔

ڈاکٹر اولیری نے بھی اپنی تصنیف ''تاریخ خلفائے بنی فاطمہ مصر'' میں صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے:

''اسمٰعیلیہ فرقے میں شروع ہی سے غلاۃ شیعہ کی خصوصیات پیدا ہوگئی تھیں، یعنی
(۱) تاویل (۲) تجسیم (۳) حلول (۴) تناسخ روحِ امام بقالب دیگر''۔

اب ہم براؤن کی تاریخ جلد اوّل سے اس تحریک کی داستان قلم بند کرتے ہیں۔

(۱) مہدی کے عہد حکومت میں المقنع نے خروج کیا۔ ابن خلکان نے اپنی مشہور تالیف وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ المقنع کا اصلی نام عطاء تھا۔ اس نے جادو اور طلسمات میں مہارت حاصل کی اور خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے اپنے پیرووں سے کہا کہ سب سے پہلے خدا نے آدم میں حلول کیا، یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ الغرض خدا اسی طرح تمام انبیاء میں حلول کرتا کرتا ابو مسلم خراسانی کے جسم میں داخل ہوا اور اس کی وفات کے بعد اب خدا نے میرے اندر حلول کیا ہے۔ (۵)

چونکہ یہ شخص نہایت کریہہ المنظر اور کانا تھا، قصیر القامت اور ہکلا تھا اور اپنے بدنما چہرے پر سنہرا نقاب ڈالے رہتا تھا اسی لئے اسے المقنع کہتے ہیں۔ یہ شخص ۱۶۹ھ میں قتل کیا گیا۔

(۲) مامون کے عہد میں بابک خرمی نے خروج کیا۔ یہ شخص بھی الوہیت کا مدعی تھا۔ بقول طبری اس شخص نے بیس سال تک ایران میں شدید ہنگامہ برپا رکھا۔ انجام کار

---

۵) اس کے دعوے سے ایرانی ذہنیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

افشین نے ۲۲۳ھ میں اسے قتل کیا۔ المقنع اور بابک نے خدائی کا دعویٰ کر کے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کیا اور بقول مسعودی (کتاب التنبیہ) بابک نے پانچ لاکھ کے قریب مسلمانوں کو قتل کیا۔ ان دونوں کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن میمون القداح کی تخریبی سرگرمیوں کے لئے زمین ہموار کی۔

(۳) ہٹی اور براؤن نے لکھا ہے کہ فرقہ اسمٰعیلیہ کی سیاسی تنظیم اور مذہبی عقائد کی تدوین کا سہرا عبداللہ بن میمون القداح کے سر ہے۔ الفہرست میں مرقوم ہے[۶] کہ یہ شخص اہواز کا باشندہ تھا۔ اس نے پہلے بصرے میں قیام کیا' پھر سلامیہ (شام) کو اپنا مرکز بنایا اور یہاں سے تمام دنیائے اسلام میں اپنے دعاۃ کو اسمٰعیلی مذہب کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ اس نے ۲۶۱ھ/ ۸۷۵ء میں وفات پائی۔

(۴) حمدان قرمط: یہ شخص القداح کا سب سے بڑا حامی تھا۔ اس کا نام حمدان بن اشعث تھا۔ یہ دراصل ایک عراقی کاشتکار تھا۔ چونکہ اس کی ٹانگیں بہت چھوٹی تھیں اس لئے اسے قرمط کہتے تھے۔ اس نے اسمٰعیلی مذہب کو باطنی تحریک میں تبدیل کر دیا۔ اور اسی لئے اسمٰعیلی باطنی فرقہ اس کے نام سے موسوم ہو گیا' یعنی قرامطہ۔ قرامطہ نے الجنابی کی سربراہی میں ایک آزاد ریاست قائم کر لی اور اس کے بیٹے ابو طاہر نے ۹۳۰ھ میں مکّے پر حملہ کر کے حجر اسود اکھیڑ لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔[۷] بقول براؤن انہوں نے سو سال تک سلطنت عباسیہ کے باشندوں کو خوفزدہ رکھا۔[۸]

<u>القداح کے عقائد</u>: اس نے اپنی تحریک کو اسمٰعیلی فرقے کے ساتویں امام اسمٰعیل سے منسوب کیا۔ اس لئے اس تحریک کا نام اسمٰعیلی تحریک ہوا۔ مگر اس تحریک کو مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ مثلاً سبعی' باطنی' تعلیمی' فاطمی' قرمطی اور حشیشی' لیکن مؤرخوں نے اس تحریک کو ملاحدہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔

---

۶) براؤن' جلد اول' ص ۳۹۶ و ہٹی' ص ۴۴۳

۷) یہاں قرامطہ کے مظالم کی داستان بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ بطور نمونہ صرف ایک کارنامہ درج کر دیا ہے۔

۸) براؤن' جلد اول' ص ۴۰۱

القداح کے عقائد حسب ذیل ہیں:

ا) اس مذہب میں سات کا عدد بہت مقدس ہے اس کے بعد بارہ کا عدد۔ مثلاً سبعہ سیارہ اور دوازدہ بروج، ہفتے کے سات دن اور سال کے بارہ مہینے۔

ب) اصولِ ہفت گانہ: خدا، عقل کلی، نفس کلی، انسان، مادہ، زمان، مکان۔

ج) سات صاحب شریعت نبی یا رسول: آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، آنحضرت ﷺ اور محمد التام (کامل) بن اسمٰعیل بن جعفر۔

د) ہر رسول کے ساتھ جس کا لقب ناطق ہے، ایک معاون بھی ہے جس کا لقب صامت ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آدم کے ساتھ شیث، نوح کے ساتھ سام، ابراہیم کے ساتھ اسمٰعیل، موسیٰ کے ساتھ ہارون، عیسیٰ کے ساتھ پطرس، آنحضرت ﷺ کے ساتھ علی اور محمد بن اسمٰعیل کے ساتھ القداح۔

ہ) القداح نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے مبلغین تیار کئے اور ان کا لقب داعی تھا۔ دعاۃ کا طریق کار یہ تھا کہ وہ جس شہر میں جاتے وہاں کوئی پیشہ مثلاً تجارت یا طبابت اختیار کر لیتے۔ سب سے پہلے وہ لوگوں کے دلوں میں اپنے متقی، مقدس اور متورع ہونے کا نقش جماتے تھے، جب لوگ ان کی بزرگی کے قائل ہو جاتے تھے تو وہ اُن کے قلوب میں فلسفیانہ سوالات کے ذریعے شکوک و وساوس اور اضطراب پیدا کرتے تھے۔ مثلاً:

۱) خدا نے یہ دنیا چھ دن میں کیوں پیدا کی جب کہ وہ ایک ساعت میں پیدا کر سکتا تھا؟

۲) صراطِ مستقیم کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

۳) عذابِ دوزخ کی حقیقت کیا ہے؟ دوزخیوں کی کھال کس طرح بدلی جائے گی؟

۴) رمیٔ جمار کی حقیقت کیا ہے؟

۵) دوزخ کے دروازے سات کیوں ہیں؟ جنت کے دروازے آٹھ کیوں ہیں؟

۶) آسمان سات کیوں ہیں؟ سورۂ فاتحہ کی آیات سات کیوں ہیں؟

۷) کراماً کاتبین ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟

۸) حاملین عرش آٹھ کیوں ہیں؟ (قرآن ۶۹:۱۷)

۹) ابلیس کی کیا حقیقت ہے؟
۱۰) یاجوج و ماجوج اور ہاروت و ماروت سے کیا مراد ہے؟
۱۱) تمام حیوانات میں انسان ہی دو ٹانگوں پر کیوں کھڑے ہو کر چلتا ہے؟
۱۲) ہاتھوں میں دس انگلیاں کیوں ہیں؟
۱۳) چار انگلیوں میں تین تین پورے کیوں ہیں؟ انگوٹھے میں صرف دو کیوں ہیں؟
۱۴) صرف چہرے میں سات مخارج کیوں ہیں؟ آٹھ یا نو کیوں نہیں، جبکہ بقیہ تمام جسم میں صرف دو ہیں؟

یہ سوالات تبلیغ کی ابتداء میں کئے جاتے تھے۔ جب سننے والا مضطرب ہو جاتا تھا تو اس کے دماغ میں فلسفیانہ قسم کے شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے تھے۔ اور جب وہ مبہوت ہو جاتا تھا تو داعی اس سے کہتا تھا کہ تمہارے علماء کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ہے، لیکن اگر تم میرا مذہب اختیار کر لو تو میں تمہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کر دوں گا، اس کی شرط یہ ہے کہ تم اپنی دولت یا کمائی میں سے ہماری تحریک کی مالی امداد کے لئے ایک رقم معین کر دو اور وعدہ کرو کہ جو تعلیم ہم تمہیں دیں گے تم اسے مخفی رکھو گے۔

اگر سامع اس شرط پر راضی ہو گیا تو اسے خفیہ جماعت کے پہلے درجے میں داخل کر لیا جاتا تھا۔ القداح نے ۹ درجے مقرر کئے تھے۔ آخری درجے میں پہنچ کر طالب حق کو اسلام سے بیگانہ کر دیا جاتا تھا۔

مقریزی اور نویری لکھتے ہیں کہ آخری درجے تک پہنچنے کے بعد طالب کے لئے اباحت مطلقہ کا دروازہ کھل جاتا تھا اور عقائد کے لحاظ سے وہ شخص فلسفۂ مشائین کا پیرو بن جاتا تھا۔(۹)

براؤن لکھتا ہے(۱۰) کہ آخری درجے تک پہنچ کر مرید مذہب اسلام سے بیگانہ ہو جاتا تھا اور فلسفی بن جاتا تھا۔ بقول نویری وہ مانوی یا مجوسی یا فلسفیانہ عقائد اختیار کر

۹) دیکھو تاریخ خلافت بنی فاطمہ مؤلفہ اولیری، ص ۲۸، ۲۹
۱۰) دیکھو براؤن، جلد اول، ص ۴۱۵

لیتا تھا' بلکہ اس کا مذہب مختلف عقائد وافکار کا مجموعہ بن جاتا تھا۔

القداح اور قرمط دونوں نے اپنے متبعین کو جنہیں دعاۃ کا منصب دیا' یہ نصیحت کی تھی کہ جس شخص کو تبلیغ کرو پہلے اس کے عقائد سے واقفیت حاصل کرو' پھر اپنے آپ کو اس کا ہم خیال ظاہر کرو تا کہ وہ تم سے بدظن نہ ہو جائے۔ جب وہ تم پر اعتماد کرنے لگے تو اس کے عقائد کو آہستہ آہستہ متزلزل کرنا شروع کرو۔ اس لئے ان دعاۃ نے ہر جگہ اسی حربے کو استعمال کیا اور کامیابی حاصل کی۔ (۱۱)

چوتھی بحث

جس زمانے میں قرامطہ نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں مسلمانوں میں تصوف کا آغاز ہو چکا تھا اور مختلف سلسلے قائم ہو چکے تھے۔ قرامطہ نے صوفیوں کے حلقوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو صوفی ظاہر کیا۔ یعنی تصوف کے لباس میں صوفیوں کو گمراہ کرنا شروع کیا اور اسلامی تصوف میں غیر اسلامی عقائد کی آمیزش کر کے ایران میں اس غیر اسلامی تصوف کی بنیاد رکھ دی' جو رفتہ رفتہ تمام مسلمانوں میں شائع ہو گیا اور اسلامی تصوف کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو گیا کہ اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں امتیاز کرنا عوام کے لئے ناممکن ہو گیا' کیونکہ جاہل عوام ہر زمانے میں اور ہر ملک میں دین اسلام کی حقیقت سے بیگانہ رہے ہیں' یعنی غیر اللہ کو دست گیر' مشکل کشا اور حاجت روا مانتے رہے ہیں اور آج بھی مانتے ہیں۔

ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ ایران کے اکثر باشندوں نے اسلام کو صدقِ دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ قرامطہ نے جو غیر اسلامی عقائد' جن کی وضاحت قبل ازیں کی جا چکی ہے' تصوف کے لباس میں ایرانیوں کے سامنے پیش کئے' مثلاً حلول' اتحاد' تجسم' تناسخ وغیرہ وہ سب ایسے تھے جو قبل اسلام ایران کے مختلف طبقوں میں مروج تھے' اس لئے ان لوگوں نے ان عقائد کو بخوشی قبول کر لیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اس مضمون سے چند اقتباسات ہدیہ قارئین کر دیئے جائیں جو ایک غیر مسلم اے ای کرمسکی (Krymsky) نے تصوف کے ارتقاء

---

۱۱) دیکھو ڈاکٹر اولیری کی تالیف تاریخ خلافت بنی فاطمہ' ص ۳۰' ۳۱

پر لکھا تھا اور جسے حال ہی میں ''اسلامک کوارٹرلی'' کے مدیر نے مجلہ مذکور کی جلد ششم برائے سال ۱۹۶۱ء میں درج کیا ہے:

''صوفی جماعت کے افراد اپنے آپ کو سنت کا سچا محافظ کہتے تھے (۱۲)۔ لیکن ایران میں یہ لقب ان لوگوں نے بھی اختیار کر لیا تھا جن کے عقائد اسلام سے اس قدر بعید تھے کہ آنحضرت ﷺ ان کو جہنمی قرار دے دیتے''۔

''یہ بات قابل غور ہے کہ جب ۸۶۴ء میں عبداللہ بن میمون القداح نے اسماعیلی فرقے کی اصلاح کی اور ان کو منظم کیا تو اس جماعت کے پوشیدہ طریق پر تبلیغ کرنے والوں کو یہ نصیحت کی کہ جب وہ مسلمانوں سے ملیں تو اپنے آپ کو صوفی ظاہر کریں تاکہ کسی کو ان پر شبہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ان جدید اسماعیلیوں نے ایران اور دوسرے ممالک میں تصوف کو عوام میں بڑی حد تک مقبول بنا دیا لیکن اس خدمت کے معاوضے میں انہوں نے تصوف میں ایسے غیر اسلامی رجحانات اور عقائد داخل کر دیئے جن کا اظہار چوتھی صدی ہجری سے شروع ہو گیا۔''

(مجلہ اسلامک کوارٹرلی جلد ۶' شمارہ ۳' ۴ بابت جولائی و اکتوبر ۱۹۶۱ء' ص ۱۰۵)

یہی مصنف اسی رسالے کے ص ۸۷ کے حاشیے میں لکھتا ہے:

اسماعیلی دعاۃ نے' جو پندرھویں صدی عیسویں کے آغاز میں ہندوستان آئے' صوفیوں کا طریقہ اختیار کیا اور ہندوؤں سے کہا کہ حضرت علیؓ وشنو کے دسویں اوتار تھے۔ چنانچہ پیر صدر الدین نے اسی حکمت عملی سے کام لے کر بہت سے ہندوؤں کو اپنے مذہب کا پیرو بنایا۔''

بخوفِ طوالت نہ تو میں قرامطہ کی تاریخ اس کتاب میں درج کر سکتا ہوں اور نہ اس فتنہ و فساد کی تفصیل بیان کر سکتا ہوں جو اس فرقے کے مبلغین نے دنیائے اسلام میں پھیلایا۔ میرا مطلب اس داستان سے صرف اس قدر ہے کہ میں ناظرین کو یہ بتا دوں کہ مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف' جسے اسلام سے کوئی علاقہ نہیں ہے' کس طرح شائع ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ ایضاحِ مقصد کے لئے بالکل

---

۱۲) دیکھو رسالہ قشیریہ

کافی ہے۔اس فرقے کے افراد نے تصوف کے پردے میں اپنے عقائد کی جس طرح تبلیغ کی اور جس حکمت عملی سے کام لے کر تصوف کو سراسر غیر اسلامی بنا دیا' اس کی مثالیں بیکتاشی سلسلے اور نور بخشی سلسلے کے صوفیوں کے عقائد سے بخوبی مل سکتی ہیں۔

بیکتاشی فرقہ

صوفیوں کے اس فرقے کی تاریخ ڈاکٹر جے کے برج (Birge) نے اپنی کتاب ''درویشوں کا بیکتاشی سلسلہ'' میں مفصل طور پر لکھی ہے۔بخوفِ طوالت صرف چند اقتباسات پر اکتفا کرتا ہوں۔

''اس سلسلے کا بانی حاجی بیکتاش ولی تھا جو ۶۸۰ھ/ ۱۲۸۱ء میں خراسان (اسماعیلی دعاۃ کے مرکز) سے اناطولیا میں آیا تھا۔اس نے ۷۳۸ھ/ ۱۳۳۷ء میں وفات پائی (ص ۳۵)۔ترکوں میں اس کے سلسلے کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

اس سلسلے کے عقائد حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ حقیقت واحدہ ہے۔

(۲) محمد ﷺ اور علیؓ دونوں اللہ کے مظاہر خاص ہیں۔

(۳) اللہ' محمد ﷺ اور علیؓ تینوں میں عینیت کا علاقہ ہے۔

(۴) محمد ﷺ اور علیؓ در حقیقت ایک ہیں یا ایک شخص کے دو نام ہیں۔

(ص۱۳۲و۱۳۳)

ان چار عقیدوں سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے کے صوفیوں کو اسلام سے کتنا تعلق تھا!

حضرت علیؓ کے بارے میں اس سلسلے کے صوفیوں کے جو عقائد ہیں اس کا اندازہ ''خطبۃ البیان'' سے ہو سکتا ہے جو اس سلسلے میں بہت معتبر کتاب ہے۔اس میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں :

۱) میرے پاس مفاتیح الغیب ہیں جن کو محمد ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا' نیز عزرائیل (ملک الموت) میرا تابع فرمان ہے۔

۲) میں لوحِ محفوظ ہوں' میں حجۃ اللہ ہوں' میں حجۃ الانبیاء ہوں۔

۳) میں قسیم النار والجنت ہوں' میں اللہ کا دل ہوں' میں نوح اول ہوں۔